بنت

حسین شہید سہروردی

سابق وزیراعظم پاکستان

یوم پیدائش ۱۹۲۴ء

وفات یکم اکتوبر ۱۹۸۲ء

اسی قبرستان میں ابراہیم جلیس کی قبر سے بیس میٹر جانب جنوب بیگم اختر کے خاوند احمد سلیمان کی قبر ہے۔ اُن کے لوحِ مزار پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کُلّ مَن علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلٰلِ والاکرام[1]

فبایّ الاء ربکما تکذبٰن

شاہ احمد سلیمان

ولد

ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان

تاریخ پیدائش ۱۷ر جنوری ۱۹۱۸ء

تاریخ وفات ۷ر مئی ۱۹۸۰ء

اسی قبرستان میں شاہ محمد جعفر پھلواروی کی قبر سے اندازاً پچاس میٹر جانب جنوب ہمارے فاضل دوست محمد فرید الحق کی اہلیہ زبیدہ بیگم محوِ خوابِ ابدی ہیں۔ موصوفہ کا تعلق حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے خاندان سے ہے اور ان کے شوہر نامدار کا رشتہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ سے ہے۔ مرحومہ بارہ کتابوں

---

[1] کتبے پر ذوالجلال کو ذوالجلٰل لکھا ہے۔

مصنف ہیں، جن میں سے "تاریخ گکھڑ"، "کائنات اور انسان"، "قیمتی پتھر اور آپ" خاص طور پر مشہور ہیں۔ ان کے لوحِ مزار پر یہ عبارت منقوش ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا اللہ   یا محمدؐ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

زبیدہ بیگم

اہلیہ

محمد فرید الحق

والدہ ماجدہ

محمد وقار الحق

تاریخ وفات   یکم رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

مطابق ۲۳ر جون ۱۹۸۲ء

شاہ محمد جعفر پھلواروی کی قبر سے پچاس میٹر جانب شمال مغرب لبِ سڑک علی محمد عباس کی قبر ہے۔ مرحوم لندن مسلم لیگ کے صدر رہے ہیں اور سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد انھوں نے لندن میں مشرقی پاکستان کی عارضی جلاوطن حکومت قائم کرلی تھی۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ اس بطلِ حریت کو زندگی میں پاکستان دیکھنا نصیب نہیں ہوا لیکن ان کی میت پاکستان لاکر دفن کی گئی۔ اُن کا کتبہ انگریزی میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ALI MOHAMMAD ABBAS

BARRISTER - AT- LAW

BORN IN EAST PAKISTAN 1922

DIED IN LONDON 1979

HE DEDICATED HIS LIFE FOR THE UNITY OF PAKISTAN

کراچی سے کوئٹہ جانے والی شاہراہ پر ایک چھوٹی سی بستی مجاہد آباد کے نام سے معروف ہے۔ اس بستی میں لب سڑک تبلیغ کالج کی شاندار عمارت کھڑی ہے۔ یہ ایک دینی مدرسہ ہے جہاں مولانا سید طلحہ جیسے نامور اساتذہ پڑھاتے رہے ہیں۔ اسی مدرسے سے ایک انگریزی مجلہ YAQEEN چھپتا ہے۔

مدرسے کے عقب میں ایک وسیع قبرستان ہے جس میں سید طلحہ کی قبر ہے لیکن ان کی قبر پر کتبہ نصب نہیں ہے۔ موصوف مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے ماموں تھے۔ قبرستان کے آخر میں ایک خوبصورت بارہ دری میں کالج کے بانی مولانا طفیل احمد فاروقی محوِ خوابِ ابدی ہیں۔ ان کے لوحِ مزار پر یہ عبارت درج ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین

مرقد

زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین

شیخ طریقت سلسلہ قادریہ مجددیہ

حضرت مولانا طفیل احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

بانی وناظم اعلیٰ مدرسہ تعلیم الاسلام

ودار التصنیف لیمٹڈ مجاہد آباد کراچی

خلیفہ

بیعت وارشاد حضرت مولانا عبداللہ شاہ جلال آبادی قدس سرہٗ

وفات بروز یکشنبہ ۱۲ ر شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ

مطابق ۸ ر جولائی ۱۹۷۹ء

اس بارہ دری سے ملحق ایک وسیع چار دیواری کے شمال مشرقی کونے میں قاری محمد حسن امروہوی کی قبر ہے۔ ان کے لوح مزار پر یہ عبارت کندہ ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین

فخر القراء

قاری محمد حسن امروہوی رحمۃ اللہ علیہ

صدر شعبہ تجوید و قرأت قرآن مجید

مدرسہ تعلیم الاسلام مجاہد آباد کراچی

وفات بروز چہار شنبہ ۸ ر ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ

مطابق ۱۸ ر جون ۱۹۷۵ء

کراچی کی مشہور بستی کورنگی میں مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ نے دار العلوم کے نام سے ایک عظیم الشان ادارہ قائم کیا تھا۔ ادارے کے وسیع میدان میں ناریل کے درختوں کے جھنڈ میں چند قبریں قابل ذکر ہیں۔ ان میں سب سے اہم قبر خود مفتی صاحب کی ہے۔ ان کے لوح مزار پر یہ عبارت منقوش ہے :

باسمہ سبحانہ

مفتی اعظم قبلہ کی آرام گاہ

۱۹ ۶ ۷۶

مرقد فقیہ ملت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

قدس سرہٗ

ولادت	وفات
۱۲ر شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ	۱۱ر شوال المکرم ۱۳۹۶ھ
جنوری ۱۸۹۷ء	۶ر اکتوبر ۱۹۷۶ء

اسی چار دیواری کے اندر جنوبی دیوار کے ساتھ قاری محمد یعقوب مرحوم کی قبر ہے۔

اُن کے لوحِ مزار پر یہ عبارت درج ہے:

۷۸۶

اللھم ارحمنی بالقرآن العظیم

مدارس یعقوبیہ بیت قرآنیہ کے بانی

الحاج حافظ قاری محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات

۲۳ر ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۶ر اکتوبر ۱۹۷۷ء

بروز پیر

قاری محمد یعقوب کی قبر کی پائنتی جناب محمد عاقل کی آخری آرام گاہ ہے۔

ان کی قبر پر جو کتبہ نصب ہے، اس پر یہ عبارت منقوش ہے:

عاملِ کامل

حضرت خلیفہ محمد عاقل دیوبندی

تاریخ وفات ۱۰ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

مطابق ۲۹ر مارچ ۱۹۶۹ء

عاقل مرحوم کے پہلو میں دیوبند کے ایک نامور عالم مولانا محمد مُبین محوِ خوابِ ابدی

ہیں۔ اُن کے لوحِ مزار پر یہ عبارت مرقوم ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وانتم الاعلون ان کنتم مومنین

الشیخ مولانا محمد مبین الخطیب عید گاہ دیوبند

دستِ راست شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن[1] صاحبؒ

اور

آزادیٔ ہند کی تحریک ریشمی رومال کے ایک مردِ مجاہد کی آخری آرام گاہ

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

تاریخ وفات

۲۶ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۶۹ء

بروز دوشنبہ

انڈیا آفس لندن میں ریشمی رومال تحریک کے متعلق سی آئی ڈی کا جو ریکارڈ محفوظ ہے، اس میں مولانا محمد مبین کے بارے میں لکھا ہے:

"جنود ربانیہ کی فہرست میں کرنل ہے۔ دیوبند کے حاجی محمد مومن کا لڑکا ہے۔ مدرسہ اسلامیہ سہارنپور میں تعلیم پائی ہے جہاں مولوی خلیل احمد کا شاگرد تھا۔ تکمیل درس کے بعد اسے مدرسہ اسلامیہ انبالہ میں مدرسی کی ملازمت مل گئی۔ اسی وقت سے وہاں پر کام کر رہا ہے۔ اگرچہ وہ مولوی خلیل احمد کا مرید ہے لیکن مولانا محمود الحسن کے عرب جانے سے چھ ماہ پہلے ان کا سخت مرید ہو گیا۔ اس کی سازش کا ایک رکن بن گیا۔ دیوبند کی خفیہ میٹنگوں میں شریک ہوا کرتا تھا۔ مولانا محمود الحسن کے

---

[1] حضرت شیخ الہند کا صحیح نام محمود حسنؒ ہے۔

سفر حجاز کے لئے میرٹھ، دلی، راندیر، کلکتہ، رنگون وغیرہ
سے رقوم جمع کیں۔ محمود الحسن کی روانگی کے وقت ستمبر ۱۹۱۵ء
میں محمد مبین کو کلکتہ روانہ کیا گیا تاکہ مولانا ابوالکلام آزاد کو
مولانا کی ہجرت کا سبب بتا سکے اور وہاں ان کا جواب مولانا
کو بمبئی پہنچا دے۔ محمد میاں عرف مولوی منصور نے غالب نامہ
لیکر کابل روانہ ہونے سے پہلے اس سے انبالہ میں ملاقات
کی۔

نوٹ: محمد مبین خطیب کے نام سے بھی مشہور ہے۔ جس کا
مطلب ہے کہ نماز عیدین کا خطبہ پڑھنے والا۔ حضرت مولانا
کے نام عبیداللہ کے خط میں خطیب کا جو لفظ آیا ہے شاید
اس کا اشارہ اسی کی طرف ہو[1]"

اسی قبرستان میں مولانا محمد منعم حقانی بھی ابدی نیند سو رہے ہیں۔ ان کے لوحِ مزار
پر یہ عبارت منقوش ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وانتم الاعلون ان کنتم مومنین
مرقدہ
مولانا محمد منعم حقانی الخطیب
خلف الحاج الشیخ عبدالمومن دیوبندی
استاذ علوم شرقیہ۔ بانی قاسم المعارف دہرہ دون

---

[1] سید محمد میاں، تحریک شیخ الہند، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۲۵۶ - ۲۵۷۔

تحریک آزادیٔ ہند و قیام پاکستان کے رہنما
پیدائش ۱۸۹۲ء
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را
تاریخ وفات دوشنبہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ
بمطابق ۲۰ مئی ۱۹۷۴ء
اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے

اس قبرستان میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے مولانا محمد متین کی قبر نظر آتی ہے۔ ان کے مزار پر جو کتبہ نصب ہے، اس پر یہ عبارت مرقوم ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وانتم الاعلون ان کنتم مومنین
مرقد
مولانا محمد متین خطیب
خلف الشیخ مولانا محمد مبین خطیب
فاضل دارالعلوم دیوبند، مفسر قرآن
تحریک پاکستان کے ممتاز عالم
تاریخ پیدائش ۲ صفر ۱۳۲۶ھ، ۳۱ مارچ ۱۹۰۸ء
تاریخ وفات چہارشنبہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ
بمطابق ۱۰ فروری ۱۹۸۲ء
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را
اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین

اسی قبرستان میں ایک نامور ادیب، نقاد اور استاد محمد حسن عسکری بھی دفن

ہیں۔ اُن کے لوحِ مزار پر یہ عبارت درج ہے :

۷۸۶

محمد حسن عسکری

تاریخ وفات

۸ ر صفر المظفر ۱۳۹۸ھ

مطابق

۱۸ ر جنوری ۱۹۷۸ء

ماہنامہ قومی زبان کراچی میں ان کی وفات پر جو تعزیتی نوٹ شائع ہوا تھا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ ان کی تاریخ ولادت ۱۵ ر مئی ۱۹۲۱ء تھی۔ کسی صاحب ذوق نے ان کا یہ قطعہ تاریخ کہا تھا:

"چلے گھر خدا کے حسن عسکری بھی"

۱۳۹۸ھ

تبصرے

کاروانِ زندگی

از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، تقطیع متوسط، ضخامت ۵۱۸ صفحات، کتابت وطباعت بہتر، قیمت مجلد -/35 پتہ: مکتبہ اسلام، ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو سب جانتے ہیں کہ علم وفضل اور کردار وعمل کے اعتبار سے دنیا کے ایک بڑے آدمی ہیں، لیکن اگر یہ پوچھا جائے کہ وہ بڑے کس طرح بنے تو اس سوال کا جواب یہ کتاب دے گی، ایک انسان کے بڑا ہونے میں دخل اولاً اس کے خاندان اور اس کی روایات، والدین کی تربیت اور اعلیٰ تعلیم کا ہوتا ہے اور ثانیاً ذاتی طور پر ذہانت وطباعی، نیکی وشرافت، ذوق وشوق، محنت ولگن کا اور ثالثاً بڑا ہونے دخل ان کارناموں کا ہوتا ہے جن کو وہ زندگی میں انجام دیتا ہے۔ اس کتاب میں جو مولانا کی خودنوشت سوانح عمری ہے مولانا کے بڑے (Agreatms) ہونے کے مذکورۂ بالا تینوں اسباب کا ذکر نہایت تفصیل اور وضاحت سے کیا ہے، مولانا کا تعلق اپنے عہد کی بڑی بڑی دینی، اصلاحی اور تعلیمی اور سیاسی تحریکوں اور ان کے زعما اور کارکنوں سے (برصغیر میں اور اس کے باہر بھی) رہا ہے، ان تحریکوں اور اداروں کو بہت قریب سے دیکھا اور انھیں برتا ہے، اسی لئے اس کتاب سے مولانا کے ذاتی حالات وسوانح کے علاوہ گذشتہ ساٹھ برس کے ملکی اور غیر ملکی، قومی وملی،

سیاسی وسماجی اور دینی وتعلیمی حالات و واقعات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ دنیا کی ہر زبان کے لٹریچر میں سوانحی ادب کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور سوانحی ادب میں بھی کسی بڑی شخصیت کی خود نوشت سوانح عمری (Autobiographey) کو خاص طور پر بہت اہم سمجھا جاتا ہے، پھر اگر صاحب سوانح ادیب اور انشاپرداز بھی ہو تو سونے پر سہاگہ، کتاب کی قدر و قیمت اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ خود نوشت سوانح عمری عہد متعلقہ کی ایک نہایت مستند تاریخ بھی ہوتی ہے جو ایک بڑی شخصیت کے چشم دید واقعات اور اس کے ذاتی تجربات ومحسوسات پر مشتمل ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ کتاب ادب کا شاہکار بھی ہوتی ہے جسے لوگ پڑھتے ہیں اور جھومتے ہیں، چنانچہ ہمارے زمانہ میں چرچل، ٹالسٹائی، طٰہٰ حسین، احمد امین اور سلامہ موسیٰ کی خود نوشت سوانح عمریاں اسی قسم کی چیزیں ہیں اور وہ عالمی ادب کے شاہکاروں میں شمار کی جاتی ہیں، مولانا سید ابوالحسن علی الندوی کی یہ خود نوشت سوانح عمری بھی اسی درجہ اور مقام کی چیز ہے، یہ بیک وقت ادب بھی ہے اور تاریخ بھی، جس میں اودھ کے قدیم اور شریف مسلمانوں کے خاندانوں کی تہذیب کی جھلکیاں نظر آتی ہیں اور قومی وملی تحریکات اور ان سے وابستہ اشخاص وافراد پر روشنی بھی پڑتی ہے، پھر ساتھ ہی یہ کتاب سرمایۂ عبرت وبصیرت بھی ہے اور ایک درس ارشاد وہدایت بھی، مولانا کے بقول یہ کتاب سرسری طور پر جبری فرصت وفراغت کے اوقات میں لکھی گئی ہے لیکن اکابر اہل قلم کی کتنی ہی ایسی کتابیں ہیں جو سرسری لکھی جاتی ہیں لیکن وہ اس شعر کا مصداق ہوتی ہیں:

نقرے جو بے خودی میں زباں سے نکل گئے
سرمایہ دار علم بدیع وبیاں کے ہیں

اور یہ کتاب بھی ایسی ہی ہے۔